نیشنل لیگ کے متعلق ضروری ہدایات اور لائحہ عمل

(فرمودہ ۱۶؍ اگست ۱۹۳۵ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے گزشتہ خطبہ جمعہ میں نیشنل لیگ کے متعلق کچھ قواعد بیان کئے تھے اور بتایا تھا کہ اسے اس اس رنگ میں کام کرنا چاہئے۔ آج میں ایک اور نصیحت کرنی چاہتا ہوں بلکہ دو نصیحتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ موجودہ حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے نیشنل لیگ کو اس امر کا خیال رکھنا چاہئے کہ اس کے ممبر صرف وہی احمدی بنیں جو آج سے دو سال پہلے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے ہوں کیونکہ ہمیشہ مخالف کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو داخل کرنے کی کوشش کیا کرتا ہے جو اس کی خواہشات کے مطابق بنے بنائے کام کو خراب کر دیں یا حالات سے اسے واقف رکھیں۔ یہاں گزشتہ ایام میں کئی واقعات ایسے ہوئے ہیں کہ بعض لوگ بیعت کرنے کے نام سے آئے مگر دراصل ان کی نیت قتل کرنا یا خون بہانا تھی۔ یا بعض نے بیعت کا خط بھیجا اور بعد میں بیعت سے انکار کر دیا اور جماعت کو بدنام کیا۔ اسی طرح ہوسکتا ہے بلکہ قتل کی نیت سے شامل ہونے والوں کی نسبت یہ زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ بعض لوگ اسلئے احمدی ہوں کہ تا وہ نیشنل لیگ میں شامل ہو کر اس کے کام کو خراب کر دیں یا کم از کم نیشنل لیگ کے حالات کی دشمن کے پاس رپورٹ کریں۔ اس خطرہ سے محفوظ رہنے کا آسان ترین طریق یہ ہے کہ صرف اُس احمدی کو نیشنل لیگ میں شامل کیا جائے جو دو سال پہلے کا احمدی ہو۔ جسے دو سال سے قلیل عرصہ احمدیت میں شامل ہونے پر ہوا ہو اُسے نیشنل لیگ کا ممبر نہ بنایا جائے۔ اس غرض کیلئے ضروری ہے کہ نیشنل لیگ

والے یہ ایک عام قاعدہ بنا دیں کہ صرف وہی لوگ اس کے ممبر بن سکتے ہیں جو ۱۹۳۴ء سے پہلے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے ہوں۔ جو ۱۹۳۴ء یا اس کے بعد سلسلہ میں داخل ہوئے ہوں انہیں بِلا خاص اجازت کے اس میں شامل نہیں کیا جائے گا اس طرح عام قاعدہ بنا دینے سے یہ سوال مٹ جائے گا جو اس قاعدہ کے نہ ہونے کی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ زید کو کیوں ممبر بنا لیا گیا اور بکر کو کیوں شامل نہیں کیا گیا۔ پس نیشنل لیگ والے یہ ایک عام قانون بنا دیں کہ دو سال سے پہلے کے احمدیوں کو تو ہم لے لیں گے مگر ان احمدیوں کو ہم اپنے اندر شامل نہیں کریں گے جو حال ہی میں احمدی ہوئے ہیں یا جن کی احمدیت پر دو سال کا عرصہ نہیں گزرا یہاں تک کہ اتنا عرصہ کسی کی احمدیت پر گزر جائے کہ معلوم ہو جائے اب اس کی احمدیت میں کوئی شبہ نہیں رہا اور اسے اب اپنے اندر شامل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ مت خیال کرو کہ چونکہ تم نے قانون شکنی نہیں کرنی یا کوئی خفیہ سوسائٹی نہیں بنانی اس لئے ایسے لوگوں کو ممبر بنا لینے میں کیا حرج ہے۔ نیک سے نیک کام میں بھی رُکاوٹیں ڈالی جاسکتی ہیں اور اچھے سے اچھے کام میں بھی دشمن رخنہ پیدا کر سکتا ہے۔ خواہ کیسے ہی تم آئین کے پابند ہو۔ تمہاری ممبریوں کو ایسے شخص حاصل کر کے جن کی نیت فتنہ وفساد اور کام کو خراب کرنا ہو یہ کر سکتے ہیں کہ جہاں کوئی اچھا اور قابل کارکن ہوا اس کی پریذیڈنٹی کی مخالفت شروع کر دی اور نکمّے اور فضول لوگوں کو کھڑا کرنے کی کوشش کی تا کہ کام خراب ہو جائے۔ تم سمجھتے ہو کہ اس کوشش سے احرار اور ان کے ساتھیوں کو کتنا فائدہ پہنچ سکتا ہے پس یہ بے سمجھی کی بات ہوتی ہے کہ انسان خیال کرے چونکہ ہمارا کام ہر قسم کے اعتراضات سے بالا ہے اس لئے کسی دشمن کے اس میں شامل ہونے میں کیا حرج ہے۔ پھر بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ چونکہ ہم نے قانون شکنی نہیں کرنی اس لئے کسی احتیاط کی ہمیں کیا ضرورت ہے۔ جیسے کہ کسی نے کہا ہے:

تُو پاک باش برا درترا از محاسبہ چہ باک

یعنی اے بھائی تُو پاک ہو جا پھر تجھے محاسبہ کا کوئی ڈر نہیں۔ پاک سے پاک اور جائز سے جائز باتوں میں بھی بسا اوقات غیر جنس کا آدمی اگر شامل ہو جائے تو اس کام کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ تجارت کتنی اعلیٰ چیز ہے اور قوموں کی ترقی کے لئے کس قدر ضروری سمجھی گئی ہے مگر اس میں بھی راز رکھے جاتے ہیں اور اگر وہ راز بتا دیئے جائیں تو تجارت کامیاب نہیں ہو سکتی۔ تاجر کبھی نہیں بتائے گا

کہ وہ سَستا سَودا کہاں سے خریدتا ہے کیونکہ اگر وہ یہ بتا دے تو اس کا ہمسایہ سَوداگر بھی وہاں سے سَودا خرید لائے اور اس طرح اس کا مقابلہ کرنے لگے۔ اسی طرح تاجر کبھی دوسرے کو یہ نہیں بتائے گا کہ وہ اعلیٰ درجہ کی چیز کہاں سے خریدتا ہے کیونکہ اگر وہ بتا دے تو دوسرا تاجر بھی وہاں سے اعلیٰ چیزیں خرید لائے گا اور اس کی تجارت کو نقصان پہنچ جائے گا۔ مجھے یاد ہے میں ایک دفعہ لاہور گیا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا زمانہ تھا وہاں ہمارے ایک دوست تاجر ہیں جو بائیسکلوں کی تجارت کرتے ہیں۔ میں کسی کام کے لئے ان کے پاس بیٹھا تھا کہ باتیں کرتے ہوئے ان کے پاس ایک تار پہنچا انہوں نے جونہی اسے کھولا اور پڑھا معاً کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے آپ اجازت دیں تو میں دس منٹ کے لئے باہر جانا چاہتا ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ بائیسکل پر سوار ہوئے اور دیوانہ وار اسے دَوڑاتے ہوئے چلے گئے میں حیران ہؤا کہ یہ کیسا تار آیا ہے جس نے انہیں اس قدر بے تاب کر دیا۔ آخر بیس پچیس منٹ کے بعد وہ آئے اور کہنے لگے میں ایک منٹ لیٹ پہنچا ورنہ آج مجھے سینکڑوں کا نفع ہو جاتا۔ میں نے پوچھا بات کیا ہوئی؟ انہوں نے کہا مجھے تار پہنچا تھا کہ ڈن لوپ کے بائیسکلوں کے ٹائروں کا بھاؤ مہنگا ہو گیا ہے۔ مال روڈ پر ٹائروں کی ایک دکان تھی میں وہاں پہنچا اور اگر میں اس سے ٹائروں کا سَودا کر لیتا تو آج کئی سَو کا مجھے نفع ہو جاتا کیونکہ میں نے یہ اندازہ کیا تھا کہ اس کے پاس تار میرے بعد پہنچے گا اور چونکہ تار والے نے راستہ میں اور تار دینے تھے اس لئے میں اس خیال میں رہا کہ اس کے پاس تار پہنچتے وقت تک میں اس سے سَودا کر چکوں گا اور جب بعد میں اسے تار پہنچ گیا تو میں کہوں گا کہ میرے سَودے پر اس بھاؤ کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا لیکن جب میں وہاں پہنچا اور ٹائروں کے متعلق میں نے سَودا کیا تو اُسی وقت تار بھی پہنچ گیا اور اس طرح میرا سَودا رہ گیا۔ یہ کتنا جائز مقابلہ ہے مگر اس میں بھی راز سے پہلے واقف ہو جانے کی وجہ سے ایک شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور دوسرا نقصان اُٹھا سکتا ہے۔ پس یہ مت خیال کرو کہ چونکہ تم نے جائز ذرائع سے کام لینا ہے اس لئے دشمن بے شک تم میں شامل ہو جائے۔ تمہارے لئے بہرحال احتیاط ضروری ہے کیونکہ دشمن تمہارے عہدوں میں خرابی پیدا کر سکتا ہے، تمہارے طریقِ کار کو نقصان پہنچا سکتا ہے اور تمہارے رازوں کو دشمن تک پہنچا کر تمہاری سکیموں کو باطل کر سکتا ہے اس لئے یہ قانون بنا دو کہ ۱۹۳۴ء سے پہلے کے احمدی نیشنل لیگ میں داخل ہو سکتے ہیں بعد کے احمدی بغیر خاص اجازت کے داخل نہیں ہو سکتے۔ یہ میری مراد نہیں کہ پہلے احمدیوں کو حق

کے طور پر داخل ہونے کی اجازت دو، ان میں بھی چھان بین کر و لیکن پہلوں کے لئے قانون اجازت کا ہو، روک استثنائی ہو اور بعد والوں کے لئے قانون روک کا ہو اور اجازت استثنائی ہو۔

پھر ایک اور بات یہ بھی یاد رکھو کہ اب جبکہ تم نے ایک نظام قائم کیا ہے لوکل جماعتوں کا یہ اختیار نہیں رہا کہ وہ آپ ہی آپ ایک پروگرام تجویز کر کے اس کے مطابق کام کرنے لگ جائیں کیونکہ جب کوئی مرکزی انجمن بن جائے تو کُل جماعتوں کا کام اُس کے بنائے ہوئے پروگرام کو جاری کرنا ہوتا ہے۔ یہ اجازت نہیں ہوتی کہ خود بخود ایک پروگرام تجویز کر کے اس کے مطابق کام کرنے لگ جائیں اس طرح کام کو ضُعف پہنچتا اور اتحاد میں رخنہ واقع ہوتا ہے۔ مجھے اس نصیحت کی اس لئے ضرورت پیش آئی کہ میں نے ''الفضل'' میں یہاں کی نیشنل لیگ کے ایک جلسہ کی رپورٹ پڑھی ہے مجھے مقررین کی تقریروں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے لئے خود ایک پروگرام تجویز کر رہے ہیں جو کسی طرح درست نہیں۔ اگر باہر کی جماعتوں نے بھی اس طرح پراگندگی اور تشتّت کا نمونہ دکھایا تو ڈر ہے کہ تمہارے کام کو نقصان پہنچ جائے۔ پس مجھے یہاں کی نیشنل لیگ کے فعل سے اس اختلاف کا خطرہ پیدا ہو گیا جو ہمیشہ طاقتوں کو توڑ دیا کرتا ہے اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ لوکل انجمنوں کو اب اس بات کا انتظار کرنا چاہئے کہ مرکزی انجمن ان کے لئے کیا پروگرام تجویز کرتی ہے اور جب مرکزی انجمن ان کے لئے ایک پروگرام تجویز کر دے تو پھر لوکل انجمنوں کا یہ کام نہیں کہ وہ سُست ہو جائیں اور انہیں چِٹھیوں پر چِٹھیاں لکھ کر ہوشیار کرنا پڑے بلکہ ان کا فرض ہے کہ وہ مستعدی اور ہوشیاری کے ساتھ اس پروگرام کو نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ مجھے آج ہی اطلاع دی گئی ہے کہ قادیان سے نیشنل لیگ کے لئے دوسَو والنٹیرز اور ساڑھے آٹھ سَو کے قریب ممبر مہیا ہو گئے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر پوری طرح کوشش کی جائے تو ڈیڑھ ہزار کے قریب ممبر صرف قادیان اور ملحقہ دیہات سے حاصل ہو سکتے ہیں اور اگر سارے ضلع گورداسپور میں کوشش کی جائے تو دو تین ہزار کے قریب ممبر ہو سکتے ہیں۔ مجھے اگرچہ اس بات کی خوشی ہے کہ قادیان سے ایک کافی تعداد نیشنل لیگ کی ممبر بن چکی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں پھر بھی یہاں کے لوگوں کو نمونہ دکھانے کی ضرورت ہے۔ ابھی ایسے لوگ قادیان میں موجود ہیں جو نیشنل لیگ کے ممبر نہیں بنے اور اگر نیشنل لیگ کے کارکن کوشش کریں تو وہ بھی ممبری کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔ دراصل کئی لوگ اپنے آپ کو چوہدری سمجھا کرتے ہیں اور وہ اس بات کے محتاج ہوتے

ہیں کہ انہیں بار بار توجہ دلائی جائے ۔ بدقسمتی یا خوش قسمتی سے وہ بڑے ہو جاتے ہیں، یا بڑے خاندانوں سے ان کا تعلق ہوتا ہے اور ان میں یہ احساس ہوتا ہے کہ کوئی ان کے پاس آئے اور انہیں شامل ہونے کے لئے کہے۔ ان میں کمزور بھی ہوتے ہیں اور مخلص بھی لیکن بہرحال اگر کارکن ان کے پاس پہنچیں تو تعداد میں بھی ترقی ہوسکتی ہے اور ان میں سے اچھے کارکن بھی مل سکتے ہیں۔

مجھے یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جب بیمار تھے تو بعض دفعہ آپ کا جی چاہتا کہ تنہائی حاصل ہو اور لوگ چلے جائیں ۔ اس پر آپ اپنے اردگرد بیٹھنے والوں سے فرماتے دوست اب تشریف لے جائیں ۔ آپ کے اس کہنے پر نصف یا تہائی کے قریب لوگ چلے جاتے اور باقی بیٹھے رہتے ۔ پانچ دس منٹ اور انتظار کرنے کے بعد جب آپ کی طبیعت پھر سکون اور آرام چاہتی تو آپ فرماتے دوست اب تشریف لے جائیں ۔ اس پر پھر کچھ لوگ چلے جاتے اور کچھ بیٹھے رہتے ۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور میں نے بارہا سنا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل پھر کچھ انتظار کرنے کے بعد فرماتے اب چوہدری بھی چلے جائیں جس کا مطلب یہ ہوتا کہ میں نے کہا تھا چلے جاؤ مگر ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ حکم ان کے لئے نہیں دوسروں کے لئے ہے گویا وہ اپنے آپ کو چوہدری سمجھتے ہیں ۔ پس اس شبہ کے ازالہ کے لئے آپ فرماتے کہ اب چوہدری بھی چلے جائیں ۔ چوہدری کا لفظ سن کر وہ بھی چلے جاتے ممکن ہے کہ کسی کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہو کہ میں بھی تو آخر حضرت خلیفہ اوّل کے حکم کے باوجود وہیں بیٹھا رہتا ہوں گا تبھی تو مجھے حضرت خلیفہ اوّل کے یہ الفاظ سننے کا موقع ملا ۔ اس کے لئے میں بتا دیتا ہوں کہ حضرت خلیفہ اوّل جب بھی میری موجودگی میں اُٹھنے کے لئے کہتے تھے مَیں فوراً اُٹھ کھڑا ہوتا تھا مگر حضرت خلیفہ اوّل مجھے خود بٹھا لیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے تم مراد نہیں تم بیٹھے رہو اور اس طرح اس نظّارہ کے دیکھنے کا مجھے موقع مل جاتا تھا ۔ تو اس قسم کے کچھ چوہدری بھی ہوتے ہیں جو اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ متواتر ان کے پاس پہنچ کر انہیں شامل ہونے کے لئے کہا جائے ۔ یہ سارے کے سارے بُرے نہیں ہوتے ۔ کچھ منافق بھی ہوتے ہیں مگر اکثر نیک اور مخلص ہوتے ہیں البتہ ان کو اس بات کی عادت ہوتی ہے کہ کوئی انہیں شامل ہونے کے لئے کہے تب شامل ہوں ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایسے پائے کے آدمی ہیں کہ اگر کوئی ہمیں شامل ہونے کی تحریک کرے گا تو شامل ہونگے ورنہ نہیں ہونگے ۔ یہ کمزوری ہے مگر جہاں ایک کمزوری ان میں ہوتی ہے وہاں بیسیوں خوبیاں

بھی ان میں ہوتی ہیں پس اگر عمدگی سے نیشنل لیگ کوشش کرے تو قادیان اور اِردگرد کے مواضعات کو ملا کر ۱۵۰۰ کے قریب نیشنل لیگ کے ممبر ہو سکتے اور سارے ضلع سے تین ہزار کے قریب ممبر حاصل ہو سکتے ہیں لیکن بہر حال اگر دو یا تین ہزار کے درمیان کوئی تعداد بھی ممبروں کی ہو تو میں سمجھوں گا کہ نیشنل لیگ نے کامیاب کوشش کی اور اس کے معنی یہ ہونگے کہ باقی ضلعوں سے ہمیں نصف کے قریب اَور ممبر درکار ہوں گے۔ جب یہ تعداد پوری ہو جائے گی تو اس کے بعد نیشنل لیگ کو وسیع اختیارات دیئے جائیں گے اور زیادہ ذمہ واری کے کام اس کے سپرد کئے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں صرف ہوشیار پور، سیالکوٹ اور گورداسپور تینوں ضلعے ملکر پانچ ہزار ممبر نیشنل لیگ کو دے سکتے ہیں۔ یہ دو نصیحتیں ہیں جو اِس وقت مَیں نیشنل لیگ کے کارکنان کو کرنی چاہتا ہوں۔

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ نیشنل لیگ کو جب اختیارات دیئے جائیں تو پہلی چیزیں جو اس کے پروگرام میں شامل ہونی چاہئیں وہ تین کام ہیں جو آگے چل کر بتاؤں گا۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی کام نظر آئے تو وہ کرے لیکن ہمیشہ اس اصل کو مدّنظر رکھنا چاہئے کہ زیادہ کاموں پر ہاتھ ڈالنا کام کو خراب کر دیا کرتا ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہی کام لے جو آسانی سے کر سکے ہاں جب وہ کام ختم ہو جائے تو اور کام شروع کرے۔ پھر نیشنل لیگ والے سیاسی طور پر جب دوسری جماعتوں سے تعلق پیدا کریں گے تو انہیں کئی پروگرام دوسری جماعتوں کے بھی مدّنظر رکھنے پڑیں گے۔ مثلاً فرض کرو کانگرس کا نیشنل لیگ سے اتحاد ہو جاتا ہے، نیشنل لیگ قانون شکنی سے انکار کر سکتی ہے مگر کانگرس اس سے یہ تقاضا کر سکتی ہے کہ دیہات سدھار کے کام میں اس کے ساتھ تعاون کیا جائے تو پھر اس کام کو بھی اپنے پروگرام میں اسے شامل کرنا پڑے گا یا اور کسی قوم کے ساتھ نیشنل لیگ کا اتحاد ہو جاتا ہے اور وہ کوئی اور پروگرام اس کے سامنے پیش کرتی ہے تو اس پروگرام کو بھی مدّنظر رکھنا ضروری ہوگا۔ غرض چونکہ نیشنل لیگ کو دوسری انجمنوں کے کئی پروگرام بھی اپنے پروگرام میں شامل کرنے پڑیں گے اس لئے اور بھی زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ نیشنل لیگ کا موجودہ پروگرام نہایت مختصر ہو۔ مجھے ایک صوبہ کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ نیشنل لیگ اگر وہاں کام کرے تو بہت بڑی طاقت بن سکتی ہے کیونکہ وہاں کی موجودہ پارٹیاں انتہاء پسند ہیں اور مختلف پارٹیاں اپنے درمیان وسیع خلیج رکھتی ہیں۔ یعنی یا تو لوگ گورنمنٹ کے خلاف ہیں اور اتنے انتہاء پسند ہیں کہ قتل و غارت کے سِوا انہیں کچھ نظر ہی

نہیں آتا اور یا اتنے خوشامدی ہیں کہ سوائے خوشامد کے وہ کوئی کام ہی نہیں جانتے ۔ درمیانی طبقہ جو ایک طرف شرافت اور پیار سے ملک کی خدمت کرنا چاہے اور دوسری طرف حکومت پر خواہ مخواہ حملہ نہ کرے، بہت ہی کمزور اور دبا ہوا ہے ۔ اس دوست نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اگر ہم کوشش کریں تو دوسری اقوام کے لوگ بھی شامل کر کے بہت بڑے کام کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے اور اس غرض کے لئے انہوں نے مجھ سے اجازت منگوائی ہے مگر اب چونکہ مرکزی لیگ کو اختیارات دیئے جا چکے ہیں اس لئے اصولاً وہ جو کام بھی کرنا چاہیں اس کے متعلق انہیں مرکزی نیشنل لیگ سے خط و کتابت کرنی چاہئے لیکن میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ میرے گزشتہ خطبات کو پڑھتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ نیشنل لیگ کی بنیاد رکھتے ہوئے میں نے تجویز کی تھی کہ اس لیگ کو دنیا کی اور اقوام اور انجمنوں سے مل کر کام کرنا چاہئے بلکہ میں نے تو تحریک کی تھی کہ ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں کو بھی شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ان حدود کے اندر رہتے ہوئے جن سے باہر کسی مؤمن کا قدم نہیں نکل سکتا، ہر قِسم کے حقوق حاصل کرنے کے لئے جدّ و جہد کرنی چاہئے ۔ پس اس بات کا اعلان میں پہلے بھی کر چکا ہوں اور اس لئے کہ تا کسی کے دل میں شبہ نہ رہے اب پھر اس اعلان کو دُہرا دیتا ہوں کہ نیشنل لیگ کی بنیاد رکھتے ہی میں نے تجویز کی تھی کہ یہ لیگ دوسری انجمنوں سے مل کر بھی کام کر سکتی ہے بلکہ اسے اپنے ممبروں میں دوسرے مسلمانوں یا دوسرے مذاہب کے لوگوں کو بھی شامل کرنا چاہئے ۔ کئی سیاسی اور تمدنی کام ایسے ہو سکتے ہیں جن کا کسی خاص مذہب کے ساتھ تعلق نہیں بلکہ ہر مذہب کے لوگ ان کاموں میں حصہ لے سکتے ہیں ۔ مثلاً غریبوں کی ترقی، زمینداروں اور پیشہ وروں کی ترقی، مسکینوں، یتیموں اور غریبوں کی ترقی کے لئے کوشش کرنا کس مذہب کے ساتھ تعلق رکھتا ہے؟ ایک سکھ، ایک ہندو، ایک عیسائی اور ایک یہودی غریب، مزدور، پیشہ ور یا یتیم و مسکین کے ساتھ ہماری ویسی ہی ہمدردی ہونی چاہئے جیسے ایک احمدی کے ساتھ ۔ ہم اس لئے ایک یتیم کی مدد نہیں کرتے کہ وہ احمدی ہے بلکہ اس لئے مدد کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے دنیا میں اس کے لئے جو سہارا بنایا تھا وہ اُٹھ گیا اور اب باقی لوگوں کا فرض ہے کہ اسکی مدد کریں بیشک اَلْاَقْرَبُ فَالْاَقْرَبُ کا قانون دنیا میں جاری ہے اور جو یتیم و مسکین ہماری نگاہ کے سامنے ہو اس کی ہم پہلے مدد کرتے ہیں اور دوسرے کی بعد میں لیکن ہم دوسرے کی مدد کرنے سے بعض دفعہ اس لئے رہ جاتے ہیں کہ ہمارے پاس جو طاقت یا روپیہ ہوتا ہے وہ قریب کے یتامیٰ و غرباء

پر ختم ہو جاتا ہے اور باقیوں کے لئے ہمارے پاس کچھ نہیں بچتا۔ ورنہ اگر ہمارے پاس طاقت ہو تو ہم کسی کے ساتھ فرق نہ کریں اور ایک ہندو یتیم ، ایک سکھ یتیم اور ایک مسلمان یتیم میں کوئی امتیاز نہ کریں تو تمدنی اور سیاسی معاملات ایسے ہیں کہ مذہب کے اختلاف کا ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ پس جن جن لیگیوں کو یہ شبہ ہو کہ یہ لیگ صرف جماعت کے لئے ہے انہیں یہ شبہ اپنے دل سے نکال دینا چاہئے اور سمجھ لینا چاہئے کہ لیگ کو نہ صرف اپنا دائرہ عمل وسیع کرنے کی ضرورت ہے بلکہ وسیع کرنا اس کے لئے مفید اور ضروری ہے۔ اس کے بعد وہ تین باتیں بتاتا ہوں جو میرے نزدیک نیشنل لیگ کو اپنے پروگرام میں شامل کرنی چاہئیں۔

سب سے پہلی اور مقدّم چیز جس کے لئے ہر احمدی کو اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہا دینے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلسلہ کی ہتک ہے۔ متواتر سلسلہ احمدیہ کی ہتک کی جارہی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ حکام کو اس کے دور کرنے کی طرف وہ توجہ نہیں جو حکومت کے لحاظ سے اس پر عائد ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حکومتِ پنجاب نے اب تک ۹ کے قریب یا ممکن ہے ایک دو زیادہ پمفلٹ ضبط کئے ہیں جن میں سلسلہ احمدیہ پر حملے کئے گئے تھے مگر ۹، دس یا گیارہ پمفلٹوں کو ضبط کر لینا ہرگز یہ بات ثابت نہیں کرتا کہ گورنمنٹ نے اپنا فرض ادا کر دیا کیونکہ ضبط ہونے والے پمفلٹ تو ۹ دس ہیں اور وہ ٹریکٹ رسالہ جات اور اشتہارات جن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ہمیشہ گندی گالیاں دی جاتی ہیں سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور گورنمنٹ ان کے متعلق کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ اگر سَو قاتلوں میں سے نو یا دس قاتلوں کو گورنمنٹ سزا دے دیتی ہے تو ہرگز یہ نہیں کہا جاسکتا کہ گورنمنٹ نے اپنی ذمہ داری کو ادا کر دیا کیونکہ اگر اسے سَو قاتلوں کا علم ہے تو جب تک وہ ہر ایک قاتل کو سزا نہیں دے لیتی وہ اپنے فرائض کو ادا کرنے والی نہیں سمجھی جاسکتی۔ اسی طرح گورنمنٹ کا ہمارے خلاف سینکڑوں رسالوں ، اشتہاروں اور کتابوں کی طرف کوئی توجہ نہ کرنا اور نو دس پمفلٹوں کو ضبط کرنا بعض لوگوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا کرتا ہے کہ یہ ۹ ضبطیاں بھی محض دکھانے کے لئے ہیں کہ ہم نے احمدیوں کی طرف توجہ کی ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ نو دس پمفلٹوں کو تو ضبط کر لیا جائے مگر باقی اخبارات متواتر گالیوں سے پُر ہوں ، اشتہارات گالیوں سے پُر ہوں ، ٹریکٹ اور رسالے گالیوں سے پُر ہوں ، نظمیں ہمارے خلاف پڑھی جاتی ہوں مگر گورنمنٹ ان کی طرف کوئی توجہ نہ

کرے۔ اسی ضلع کا ایک آدمی ہے جو اپنی شوخی وشرارت میں اِس حد تک بڑھا ہوا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو چیلنج کیا تھا اور کہا تھا مجھے کیا پتہ میں تیرے نُطفہ سے ہوں۔ اسکی ایک نظم جو ہمارے خلاف تھی ،اسکو گورنمنٹ نے ضبط کر لیا مگر وہ برابر اس ضبط شدہ نظم کو جلسوں میں پڑھتا ہے مگر حکومت اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتی۔ اگر اسکی نظم کی ضبطی قیامِ امن کے لئے تھی تو کیا وجہ ہے کہ جب جلسوں میں وہ اس نظم کو پڑھتا اور طبائع میں اشتعال پیدا کرتا ہے تو گورنمنٹ اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھاتی ۔گورنمنٹ کہتی ہے کہ ہم نے جماعت احمدیہ کے خلاف ۹ پمفلٹوں کو ضبط کیا مگر ہم ان ۹ کے مقابلہ میں چارسَو بلکہ اس سے بھی زیادہ تحریرات اخبارات ، رسالہ جات اور اشتہارات کی دکھا سکتے ہیں جن میں ایسی گندی گالیاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ وَالسلام کو دی گئی ہیں اور ایسے دلآزار کلمات استعمال کئے گئے ہیں کہ یقینی طور پر اگر ان گالیوں اور دلآزار کلمات کو ایک غیر متعصب انسان کے سامنے رکھا جائے تو وہ اقرار کرے کہ ان تحریرات میں گالیاں دی گئی ہیں دلائل سے کام نہیں لیا گیا مگر باوجود اس کے حکومت نے ان کی طرف توجہ نہیں کی۔ بے شک حکومت نے ایک مقدمہ چلایا ہے مگر ہر انصاف پسند انسان اس مقدمہ کی کارروائی کو دیکھ کر کہے گا کہ وہ مقدمہ اس شخص پر نہیں چلایا گیا بلکہ جماعت احمدیہ پر چلایا گیا تھا کسی انصاف پسند آدمی کے سامنے میری وہ گواہی رکھ دی جائے جو میں نے عدالت میں دی تھی اور اسی طرح دوسرے کارکنان سلسلہ کی اور دیکھا جائے کہ جو جرح کی گئی ہے اور جس طرح ہمارے دفتری کاغذات منگوا کر پیش کئے گئے ہیں انہیں مدنظر رکھ کر کون ہے جو کہہ سکے کہ مقدمہ سید عطا اللہ شاہ بخاری کے خلاف تھا۔ پھر اس سارے مقدمہ کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہ کہ اس شخص کو صرف پندرہ منٹ قید کی سزا دی گئی اور وہ فخر کرتا ہے اور عَلَی الْاِعْلَان کہتا ہے کہ مجھے عدالت کے برخواست ہونے تک ۱۵ منٹ کی جو سزا دی گئی اس میں خود عدالت کو بھی سزا ملی اور وکلاء کو بھی سزا ملی کیونکہ وہ لوگ بھی اُس وقت تک بیٹھے جب تک میں بیٹھا رہا اور میں نے خوب ہر ایک کوچ[1] پر بیٹھ بیٹھ کر بجلی کے پنکھوں کے لطف اُٹھائے۔ اس کے مقابلہ میں اسی ضلع میں ایک احمدی نے ایک کتاب لکھی اور اس میں صرف حوالجات جمع کئے اس پر بھی حکومت نے مقدمہ چلایا اور اسے قید کی سزا دی گئی ، پھر اپیل پر سیشن جج مسٹر کھوسلہ نے سزا کو چارسَو روپیہ جُرمانہ میں تبدیل کر دیا۔ ان مثالوں کو سامنے رکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دونوں جماعتوں کے ایک ایک آدمی پر حکومت نے مقدمہ چلا کر وزن برابر کر دیا

۔مگر سوال دو آدمیوں کا نہیں۔سوال یہ ہے کہ ایک قوم کے کس قدر آدمیوں نے جُرم کیا اور دوسری قوم کے کتنے آدمیوں نے جُرم کیا۔اگر ہمارے مخالفوں میں سے سَو آدمی نے جُرم کیا اور ایک پر مقدمہ ہوُا اور ہمارے ایک آدمی نے جُرم کیا اور اس پر مقدمہ کیا گیا تو سمجھا یہ جائے گا کہ حکومت نے دوسروں کے خلاف سَو میں سے ایک جُرم پر کارروائی کی اور احمدیوں کے سَو فی صدی آدمیوں کے خلاف کارروائی کی۔خود قادیان میں ہی عطا اللہ شاہ صاحب بخاری کی طرح اور لوگوں نے بھی اشتعال انگیز تقریریں کی ہیں اور نہایت ہی اشتعال انگیز تقریریں کی ہیں ان میں صریح قتل کی تحریص دلائی جاتی رہی ہے مگر گورنمنٹ نے کوئی مقدمہ نہ چلایا اور نہ کوئی اور کارروائی کی۔غرض ان ضبط ہونے والے اشتہارات یا پمفلٹوں کے مقابلہ میں درجنوں ایسے اشتہارات، اخبارات اور رسائل موجود ہیں جن میں سلسلہ احمدیہ اور بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نہایت ناپاک اور گندے حملے کئے گئے ہیں اور گورنمنٹ ان پر کوئی توجہ نہیں کرتی۔پس حکومت کا رویہ دیکھ کر اگر ہمارے آدمیوں کے دلوں میں یہ شبہ پیدا ہو کہ یہ نو دس یا گیارہ ضبطیاں بھی محض یہ دکھانے کے لئے تھیں کہ ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا تو میں سمجھتا ہوں اس شبہ کو دور کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں۔یہ کہا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ پر بدظنی نہ کرو مگر اس شبہ کا حقیقی جواب ہمارے پاس کوئی موجود نہیں اگر گورنمنٹ کے پاس کوئی دلیل موجود ہو تو ہم اسے خوشی کے ساتھ سننے کے لئے تیار ہیں ۔ہم نے آج تک کبھی کوئی غیر معقول رویہ اختیار نہیں کیا۔اگر گورنمنٹ ثابت کر دے کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے تو ہم خوشی سے اسے تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں؟ مگر مشکل تو یہ ہے کہ گورنمنٹ ہمارے دلائل کے مقابلہ میں ایسی خاموش ہے کہ گویا منہ میں گھنگھنیاں ڈالے بیٹھی ہے جس کا سوائے اس کے اور کوئی مطلب نہیں ہو سکتا کہ یا تو گورنمنٹ کے پاس ہمارے شبہات کا جواب نہیں یا گورنمنٹ ہمیں قابلِ التفات نہیں سمجھتی اور خیال کرتی ہے کہ یہ پُر امن لوگ ہیں انہوں نے قانون کو توڑنا نہیں ان کی طرف توجہ کر کے کیوں وقت ضائع کریں۔اس سلسلہ میں میں ایک موٹی مثال پیش کرتا ہوں جس کا جواب میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کے پاس کوئی نہیں اور وہ یہ ہے کہ ہمارے سلسلہ کے مخالفین کئی سال سے متواتر یہ پراپیگنڈا کر رہے ہیں اور ان کی سینکڑوں تحریروں اور تقریروں میں یہ طریق استعمال کیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو یہ کہہ کر اشتعال دلاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی جماعت

کے سِوا باقی تمام مسلمانوں کو کنچنیوں کی اولاد کہا ہے۔ یہ غلط ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب مسلمانوں کو ایسا کہا ہو ہم نے عدالت میں بھی حوالہ جات سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کے یہ معنی نہیں۔ نیز یہ کہ جن الفاظ پر اعتراض ہے وہ سب مسلمانوں کی نسبت نہیں استعمال کئے گئے بلکہ ان لوگوں کی نسبت استعمال کئے گئے ہیں جنہوں نے اس سے بہت زیادہ گندے اور ناپاک الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جماعت احمدیہ کے خلاف استعمال کئے تھے۔ جنہوں نے کہا تھا مسیح موعود علیہ السلام دجّال ہیں اور فاسق و فاجر ہیں جنہوں نے کہا تھا کہ احمدیوں کی بیویوں کو طلاق ہو جاتی ہے اور احمدی جماعت دجّال کی ذریت ہے ان لوگوں کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ یہ ذُرِّيَّةُ الْبَغَایَا ہیں۔ تم ان گالیوں کو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی جماعت کو بعض علماء کہلانے والوں نے دی ہیں کسی شریف آدمی کے سامنے رکھ کر اس سے پوچھ کر دیکھ لو کہ آیا ان لوگوں کو ذُرِّيَّةُ الْبَغَایَا خواہ یہ الفاظ حرامزادہ کے معنی میں ہی کیوں نہ ہوں کہنا جائز ہے یا نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سوال کے دو جواب ہونگے۔ ہر شریف آدمی یہی کہے گا کہ یہ لوگ ان الفاظ کے بلکہ ان سے بڑھکر الفاظ کے مستحق تھے۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے احمدیوں کو دجّالوں کی اولاد کہا، جنہوں نے احمدیوں کی عورتوں کو کنجریاں کہا، جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کو بھڑوا قرار دیا اور اسی قسم کی بیسیوں گالیاں دیں ان کے حرامزادہ ہونے میں کون شبہ کر سکتا ہے۔ باقی رہے عام مسلمان یا وہ علماء جنہوں نے ایسا نہیں کیا اور ایسے بہت سے علماء مسلمانوں میں تھے ان کی نسبت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف لفظوں میں کہا ہے کہ ان میں شریف اور نیک لوگ موجود ہیں اور ہم ان کی عزت کرتے ہیں ہم نے عدالت میں بھی ثابت کر دیا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی تحریرات سے نکال کر دکھا دیا تھا کہ آپ لکھتے ہیں ہندوؤں، سکھوں اور عیسائیوں میں اعلیٰ درجہ کے شریف لوگ موجود ہیں میں انہیں بُرا نہیں کہتا۔ میں بعض دفعہ سخت الفاظ ان لوگوں کی تنبیہہ کیلئے استعمال کرتا ہوں جنہوں نے گالیوں میں ابتداء کی اور بکواس میں انتہاء کو پہنچ گئے۔ مگر باوجود اسکے لوگوں کو جوش دلانے کیلئے عَلَی الْاِعْلَانْ کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کو حرامزادہ اور ان کی عورتوں کو کُتیاں قرار دیا ہے اور برابر اشتہارات، اخبارات اور رسائل میں حضرت مسیح موعود علیہ

السلام کا حوالہ درج کر کے شور مچایا جاتا ہے کہ آپ نے تمام مسلمانوں کو حرامزادہ کہہ دیا۔اس کے مقابلہ میں قاضی محمد یوسف صاحب نے اپنی ایک کتاب میں ثابت کیا کہ شیعوں نے بھی سُنیوں کو حرامزادہ کہا ہے تو حکومت نے جھٹ اس کتاب کو ضبط کرلیا۔اگر دشمن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کا حوالہ پیش کر کے روزانہ اخباروں اور رسالوں میں یہ لکھے کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو حرامزادہ کہہ دیا اور وہ اس بات کو تمام ہندوستان میں مشہور کرے اور جماعت احمدیہ کے خلاف لوگوں کو اشتعال دلائے تو حکومت کے نزدیک کوئی حرج نہیں لیکن اگر شیعوں کی نسبت بھی یہی بات ثابت کردی جائے کہ انہوں نے بھی سنیوں کو حرامزادہ کہا ہے تو وہ کتاب ضبط ہونے کے قابل ہو جاتی ہے۔اگر واقعہ میں کسی کتاب کا حوالہ دینا جُرم ہے اور کسی کی بات کو دُہرانا ایسی حرکت ہے جو قانون کے لحاظ سے قابلِ گرفت ہے تو حکومت کو چاہئے تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے حوالجات کی بناء پر جن جن رسالوں، اخباروں اور اشتہاروں میں یہ دُہرایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کو حرامزادہ کہہ دیا انہیں ضبط کرتی کیونکہ اس کے نزدیک اس قسم کے الفاظ سے فساد پیدا ہوتا ہے لیکن اگر فساد پیدا نہیں ہوتا تو کیوں ہمارے سلسلہ کی ایک کتاب ضبط کی گئی۔دو باتوں میں سے ایک بات ضرور ہے۔یا تو کسی کو حرامزادہ کہنا اشتعال پیدا کرتا ہے یا حرامزادہ کہنے سے اشتعال پیدا نہیں ہوتا۔اگر حرامزادہ کہنے سے اشتعال پیدا ہوتا ہے تو وہی قانون ہمارے مخالفوں کے متعلق بھی استعمال کرنا چاہئے جبکہ وہ بار بار یہ کہہ کر لوگوں کو اشتعال دلاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کو حرامزادہ کہا ہے اور اگر اشتعال پیدا نہیں ہوتا تو حکومت کو ہماری ایک کتاب بھی ضبط نہیں کرنی چاہئے تھی۔البتہ ایک عُذر کیا جا سکتا ہے جو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جو کلمات منسوب کئے جاتے ہیں وہ آپ نے استعمال کئے ہیں مگر شیعوں کی طرف جو بات منسوب کی گئی ہے وہ غلط ہے ان کی کتب میں ایسا نہیں لکھا۔اگر حکومت کو یہ شک ہے تو اسے مقدمہ چلا کر دیکھ لینا چاہئے کہ آیا فِی الواقع قاضی صاحب نے جو کچھ لکھا وہ شیعوں کی کتب میں سے لکھا ہے یا جھوٹے طور پر ان پر الزام لگا دیا ہے۔اگر قاضی صاحب ثابت کردیں کہ شیعوں کی کتابوں میں بِالصراحت لکھا ہے کہ سارے سنّی حرامزادے ہیں بلکہ ہر شخص جو غیر شیعہ ہو خواہ ہندو ہو، سکھ ہو، عیسائی ہو، حرامزادہ ہے اور شیطان کی اولاد ہے بلکہ یہاں تک لکھا ہو کہ جب ایک غیر شیعہ خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو یا سکھ اپنی بیوی

کے پاس جاتا ہے تو شیطان اس کی شکل بنا کر اس کی بیوی سے جماع کرنے لگ جاتا ہے اور اس طرح جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ شیطان کی اولاد ہوتی ہے ،تو پھر حکومت کے پاس کوئی وجہ نہیں رہتی کہ قاضی صاحب کی کتاب کو ضبط کرے ۔اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ فقرہ جو بِالعموم گالیاں دینے والے پیش کیا کرتے ہیں ،اشتعال پیدا کرنے والا ہے تو یہ فقرہ جو سارے سنّیوں بلکہ سب غیر مذاہب والوں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے کیا اشتعال پیدا نہیں کرتا ؟ پھر گورنمنٹ کیوں فرق کرتی ہے ۔ایک فریق کی کتاب کو ضبط کرتی اور دوسرے فریق کی کتاب کو ضبط نہیں کرتی ۔گورنمنٹ کو چاہیئے تھا کہ نہ اس میں فرق کرتی اور نہ اس میں مگر اس نے ایسا نہیں کیا ۔قاضی صاحب کی جو کتاب حکومت نے ضبط کی ہے وہ اتفاقاً ضبط ہونے سے چند دن پہلے مَیں نے منگوا کر دیکھی تھی کیونکہ اس کے متعلق اطلاع پہنچی تھی کہ ایک علاقہ میں وہ بہت مؤثر ثابت ہو رہی ہے ۔اس میں انہوں نے اپنی ذاتی رائے کوئی نہیں لکھی صرف شیعوں کی کتابوں کے حوالجات درج کر دیئے ہیں لیکن حکومت کے نزدیک محض حوالے درج کرنا بھی قابلِ اعتراض ہو گیا اور اس نے اسے ضبط کر لیا حالانکہ ہم دونوں صورتوں کو منظور کر لینے کے لئے تیار ہیں ۔ہم اسے بھی منظور کر لینے کے لئے تیار ہیں کہ ایسی تحریرات جن میں پہلوں کے حوالجات درج کئے گئے ہوں اور کسی قوم کے لئے دل آزار ہوں اگر انہیں بعد میں کوئی دل آزاری کے طور پر شائع کرے تو انہیں ضبط کر لیا جائے ۔اس صورت میں بے شک قاضی صاحب کی تحریر ضبط کرو مگر ان لوگوں کی تحریریں بھی ضبط کی جائیں جن میں بار بار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حوالہ دُہرایا جاتا اور لوگوں کو اشتعال دلایا جاتا ہے پھر ہم اس صورت کو بھی منظور کرنے کے لئے تیار ہیں کہ اگر حوالہ درست ہو تو کتاب ضبط نہ کی جائے اور نہ مصنّف کو سزا دی جائے ۔اس صورت میں ہمارا مطالبہ ہوگا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حوالہ مخالف نقل کریں تو ہمیں بھی اجازت ہو کہ ہم دوسروں کی کتابوں سے حوالے پیش کریں اور اس صورت میں ہم پر کوئی گرفت نہیں ہونی چاہیئے ۔یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ کسی منصف مزاج کے سامنے پیش کی جائیں تو وہ یہ نہیں کہے گا کہ ان میں بے انصافی پائی جاتی ہے ۔ہم دونوں صورتوں کو پیش کرتے ہوئے گورنمنٹ پر یہ چھوڑنا چاہتے ہیں کہ وہ جو چاہے کرے ۔چاہے تو وہ دونوں کی کتابوں کو ضبط کرلے ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور چاہے تو دونوں کو کُھلا چھوڑ دے ،ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا مگر ایک قوم

حوالہ نقل کرے تو اسے سزا دینا اور دوسری قوم وہی کام کرے تو اسے کچھ نہ کہنا ہرگز انصاف نہیں کہلا سکتا۔تھوڑا ہی عرصہ ہؤا ہماری صدر انجمن کے افسروں نے گورنمنٹ کو ایک پمفلٹ کے متعلق جو ہمارے خلاف شائع ہؤا تھا چِٹھی لکھی اور اسے توجہ دلائی تو گورنمنٹ نے لکھا ہم نے اس ٹریکٹ کو ضبط کرلیا ہے مگر احمدیوں کو بھی چاہئے کہ وہ اشتعال انگیز تحریریں شائع نہ کیا کریں۔ یہ جواب پہنچنے پر ایک ناظر نے حکومت کو لکھا کہ ہم حکومت کے ممنون ہوں گے اگر وہ بتائے کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے کونسی اشتعال انگیز تحریریں شائع کی گئی ہیں اور اگر حکومت ثابت کر دے تو ہم خود اس احمدی کو سزا دینے کے لئے تیار ہیں۔ چنانچہ سکھوں کے خلاف ایک احمدی نے ایک کتاب لکھی تھی جس کے بعض حصے ایسے تھے جو سکھوں کے لئے اشتعال انگیز تھے اسے ہمارے خلیفۃ المسیح نے ضبط کرلیا اور پنجاب کونسل میں خود حکومت کی طرف سے اس رواداری کی تعریف کی گئی۔ پس ہم نے کبھی پسند نہیں کیا کہ لوگوں میں منافرت پھیلانے والی تحریریں شائع کی جائیں اس لئے گورنمنٹ نے جو یہ لکھا ہے کہ احمدی بھی اشتعال انگیز تحریریں شائع نہ کیا کریں وہ بتائے کہ کس احمدی نے اشتعال انگیز تحریر لکھی مگر باوجود اس کے کہ دو دفعہ حکومت کے سامنے یہ بات دُہرائی گئی حکومت نے کوئی جواب اب تک نہیں دیا۔ ہاں ایک دفعہ زبانی اس طرف توجہ دلائی گئی تو ایک ذمہ دار افسر نے کہا کہ اس طرح بار بار حکومت کو مخاطب کرنا خواہ مخواہ دِق کرنے کے مترادف ہے۔ہم اب بھی کہتے ہیں کہ اصولاً ہم کسی کا دل دُکھانے کو جائز نہیں سمجھتے مگر ہمارا حق ہے کہ ہم یہ مطالبہ کریں کہ قانون ہر قوم کے لئے ایک ہی ہونا چاہئے۔ اگر حکومت سب کو ایسی تحریرات سے روکے تو ہم اس حد تک حکومت سے تعاون کرنے کے لئے تیار ہیں کہ ہماری جماعت میں سے جو ایسا جُرم کرے ، اسے علاوہ حکومت کی سزا کے ہم اپنی طرف سے سزا دیں گے جو حکومت کی سزا سے بھی سخت ہوگی لیکن اگر گورنمنٹ اس کے لئے تیار نہیں تو وہ سب کے لئے یکساں قانون بنائے۔ہمیں شکوہ ہے تو یہ کہ قانون کے دو معنی کئے جاتے ہیں۔ایک وہ معنی جو تھوڑوں کے لئے ہیں اور ایک وہ معنی جو بہتوں کے لئے ہیں۔ اگر سب کے لئے ایک قانون کر دیا جائے تو ہمیں کوئی اعتراض نہ ہو۔ چاہے دونوں کو اجازت دے دی جائے کہ وہ گزشتہ لوگوں کے حوالے نقل کرتے چلے جائیں اور چاہے دونوں کو منع کر دیا جائے۔ قاضی صاحب کی اگر ایک کتاب ضبط کی جاتی ہے تو پھر وہ سارے اشتہارات ، ساری کتب اور سارے رسائل ضبط ہونے چاہئیں جن میں یہ درج

ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نہ ماننے والوں کو حرامزادہ کہا اور اگر قاضی صاحب کی کتاب کو ضبط کر کے گورنمنٹ نے غلطی کی ہے تو اس کا فرض ہے کہ اپنی غلطی کا اقرار کرے اور ضبطی کے حکم کو واپس لے۔ غرض ایک تو یہ کام نیشنل لیگ کے سامنے ہے کہ وہ سلسلہ کی ہتک کا ازالہ کرائے۔ اور جائز ذرائع سے کام لیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسی طرح احترام حکومت اور رعایا سے کرائے جس طرح وہ باقی اقوام کے بزرگوں کا احترام کراتی ہے۔ وہ قانون جو سکھوں کے بزرگوں کے متعلق ہے، وہ قانون جو ہندوؤں کے بزرگوں کے متعلق ہے، وہ قانون جو عیسائیوں کے بزرگوں کے متعلق ہے، ہم اسی قانون کو اپنے لئے چاہتے ہیں اور ویسا ہی احترام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کرانا چاہتے ہیں۔ ہم ایک رتی بھر بھی اس سے زیادہ حق نہیں مانگتے جتنا حق اس نے سکھوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کے بزرگوں کو دے رکھا ہے مگر ہم ایک رتی بھر اس سے کم بھی منظور نہیں کر سکتے اور اگر اس مقصد کیلئے ہزار نہیں بیس ہزار احمدیوں کو اپنی جانیں دینی پڑیں تو ہر احمدی کو اس کیلئے تیار رہنا چاہئے اور اگر کوئی شخص اس ہتک کو برداشت کر لے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس سے کم درجہ پر راضی ہو جائے گا جو درجہ قانون نے دوسرے بزرگوں کو دیا ہے، خواہ اس کے لئے سَو سال ہی کیوں کوشش نہ کرنی پڑے تو وہ انتہاء درجہ کا بے غیرت انسان ہوگا اور اس کی قبر پر احمدیت کی وجہ سے برکتیں نازل نہیں ہوں گی بلکہ اَبد تک بجائے رحمت کے اس کی قبر پر لعنتیں نازل ہونگی۔

پس یہ ایک اہم سوال ہے جو اِس وقت پیدا ہے۔ ہم نے دونوں باتیں گورنمنٹ کے سامنے کُھلے طور پر رکھ دی ہیں۔ یا تو وہ ساری جماعتوں کو روک دے اور ہر ایک سے کہہ دے کہ صحیح حوالے بھی جو اشتعال پیدا کرتے ہوں، استعمال کرنے درست نہ ہونگے اور جو اس حکم کی خلاف ورزی کرے، اسے سزا دے اور یا پھر سب کو اجازت دے کہ وہ دوسروں کی کتب سے جو صحیح حوالے بھی پیش کرنا چاہیں پیش کریں۔ انہیں کوئی سزا نہ دی جائے اگر حکومت ان دونوں طریق میں سے کسی ایک کو بھی اختیار کرے تو پھر ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔ گو میں امید رکھتا ہوں کہ باوجود اس اجازت کے کہ ہر فریق دوسرے فریق کے متعلق جو جی چاہے لکھ سکتا ہے پھر بھی دوسروں کی نسبت ہماری جماعت اپنی تحریروں اور تقریروں میں بہت زیادہ احتیاط برتے گی مگر اس قربانی کے باوجود ہمیں حکومت پر کوئی

اعتراض نہیں ہوگا جیسے کیپٹن ڈگلس صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مقدمہ کا فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ فلاں فلاں عیسائیوں نے چونکہ آپ پر جھوٹا مقدمہ دائر کیا ہے اس لئے آپ کو اجازت ہے کہ ان عیسائیوں پر مقدمہ دائر کر دیں ۔ یہ سنکر ہمارا دل خوش ہو گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں مقدمہ کرنا نہیں چاہتا لیکن اگر ڈگلس صاحب بجائے یہ کہنے کے یہ کہتے کہ یہ چونکہ عیسائی ہیں اور حکومت کو ان کا پاس ہے ، اس لئے آپ ان پر مقدمہ نہیں چلا سکتے تو ہمیں ہمیشہ ڈگلس صاحب پر شکوہ رہتا۔

اسی طرح گورنمنٹ اگر دونوں فریق کو آزاد کر دے تو ہمیں کوئی شکوہ نہیں ہوگا ۔ گو سَو میں سے ننانوے کا جواب ہم پھر بھی نہیں دیں گے ۔ پس ایک بات تو یہ ہے کہ جسے نیشنل لیگ والوں کو اپنے پروگرام میں شامل کرنا چاہئے ۔ اس کا طریقِ عمل یہ ہوسکتا ہے کہ نیشنل لیگ گورنمنٹ کے سامنے یہ بات کُھلے طور پر رکھ دے کہ وہ دونوں فریق سے مساوی سلوک کرے ورنہ جیسے وہ حوالجات پیش کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی ان کی کتابوں سے حوالے پیش کریں گے اپنی طرف سے نہیں ، کیونکہ اپنی طرف سے حوالہ بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنا لعنتیوں کا کام ہے بلکہ انہی کی مسلّمہ کتب سے اور اگر اس کے نتیجہ میں فساد پیدا ہو تو اس کی ذمہ داری احمدیوں پر نہیں بلکہ حکومت پر ہوگی جس نے دونوں جماعتوں میں فرق کیا یا اور جائز ذرائع سے جو بھی قانون کی حد کے اندر ہوں ، وہ کام لے ۔

دوسری بات جس کی طرف لیگ کو توجہ کرنی چاہئے وہ مسٹر کھوسلہ کا فیصلہ ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ کیس عدالت میں پیش ہو چکا ہے ۔ پس سب سے پہلے جماعت کو عدالتی چارہ جوئی ہی کرنی چاہئے اس لئے کہ جس امر کے متعلق قانون نے ہمارے لئے رستہ کھولا ہؤا ہو ان امور کے متعلق ہمیں اپنے قلم یا اپنی زبان کو اُس وقت تک استعمال نہیں کرنا چاہئے جب تک کہ قانونی ذرائع ہمارے لئے بند نہ ہو جائیں ۔

تیسرا امر جو نیشنل لیگ کو مدنظر رکھنا چاہئے یہ ہے کہ ایسے افسر اس ضلع میں بھی ہیں اور باہر بھی جنہوں نے سلسلہ کی متواتر ہتک کی ہے اور سلسلہ کے تمام حقوق کو انہوں نے نظر انداز کر دیا ہے ۔ صدر انجمن نے متواتر حکومت کو توجہ دلائی ہے کہ وہ ان افسروں کو سزا دے مگر حکومت نے ہمیشہ بے توجہی سے کام لیا ہے نیشنل لیگ کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ ایسے جائز ذرائع سے کام لے کر جو قانون اور

شریعت کی حدود کے اندر رہوں، دو باتوں میں سے ایک نہ ایک بات کرے یا تو حکومت کو مجبور کرے کہ وہ ایسے افسروں کو سزا دے یا ایسے طریق اختیار کرے کہ یہ معاملہ بالکل کُھل جائے کہ حکومت اپنے افسروں کی رعایت کر رہی ہے اور احمدیوں کی حق تلفی کر رہی ہے۔ دونوں امور میں سے ایک امر ضرور نیشنل لیگ اختیار کرے۔ یا تو قانون کے مطابق ان افسروں کو حکومت سے سزا دلوانے کی کوشش کرے کیونکہ جیسے وہ حکام ہمارے مجرم ہیں اسی طرح حکومت کے بھی مجرم ہیں۔ حکومت افسروں کو اس لئے مقرر کیا کرتی ہے کہ وہ مظلوم کی مدد کریں مگر جب وہ ظالم کی مدد کر رہے ہوں تو وہ حکومت کے بھی ویسے ہی مجرم ہیں جیسا کہ لوگوں کے، اور کوئی وجہ نہیں کہ حکومت ان کو سزا نہ دے لیکن اگر وہ سزا نہ دے تو ایسا طریق اختیار کرو جو دنیا پر ثابت کر دے کہ تم حق پر تھے مگر حکومت نے تمہارا حق ادا نہیں کیا اور وہ یہ ہے کہ مختلف امور کے متعلق عدالتوں میں مقدمات لے جاؤ اور ہائی کورٹ اور پریوی کونسل تک ان مقدمات کو چلاؤ یہاں تک کہ یہ امر ثابت ہو جائے کہ حکومت پنجاب نے بعض غیر منصف حکام کے متعلق ناجائز طرفداری کا طریق اختیار کیا ہے۔

پس ایک تو وہ گالیاں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی جاتی ہیں ان کا ازالہ کرایا جائے، مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کا ازالہ کرایا جائے، تیسرے ان افسروں کے معاملہ پر توجہ کی جائے جنہوں نے سلسلہ کی شدید ہتک کی ہے۔ ان تین معاملات میں نیشنل لیگ کو کوشش کرنی چاہئے۔ مسٹر کھوسلہ کے فیصلہ کے متعلق تو میں نے بتایا ہے کہ اس کے لئے قانونی رستہ کُھلا ہے۔ ہمیں حکومت سے شکوہ ان باتوں میں ہے جن میں گورنمنٹ کچھ کر سکتی ہے مگر وہ کرتی نہیں۔ یا تو گورنمنٹ یہ قانون بنا دے کہ جس مذہب کے پیشوا کی ہتک کی جائے، اس کے پیرو دوسرے پر خود مقدمہ دائر کر دیں اور اگر یہ قانون بن جائے تو ہمیں گورنمنٹ پر کوئی اعتراض نہ ہو ہم خود لوگوں پر مقدمات کرتے رہیں لیکن گورنمنٹ ایسے امور میں لوگوں کو مقدمہ کرنے کی اجازت نہیں دیتی اس لئے ہم مجبور ہیں کہ حکومت پر زور دیں کہ وہ خود انصاف سے کام لے۔ میں نے اُن دنوں جب یہ قانون تبدیل ہونے والا تھا شملہ میں بڑی کوشش کی کہ قانون اس رنگ کا بنے کہ تمام اقوام کے بزرگوں کی عزت محفوظ ہو جائے۔ مجھے یہی خطرہ نظر آتا تھا کہ جب کسی قوم کے بزرگ کی ہتک کی گئی گورنمنٹ نے سیاسی مصالح کو دیکھنا ہے اور قلیل التعداد جماعتوں کی ہتک کرنے والے پر مقدمہ نہیں کرنا یا بہت کم کرنا ہے اور اس طرح فساد

بڑھے گا۔ گورنمنٹ یہ دیکھے گی کہ رعایا کی اکثریت پر اس کا کیا اثر ہوا ہے یا یہ کہ کوئی طبقہ فساد پر آمادہ ہے یا نہیں۔ اگر فساد پر آمادہ ہوئے تو مقدمہ دائر کر دیا نہیں تو توجہ نہ کی۔ میں نے یہ معاملہ اس زور سے پیش کیا کہ مسٹر کیلکار نے اس قانون کے متعلق اسمبلی میں کھڑے ہو کر میرا حوالہ دیا اور کہا ہز ہولینس مرزا بشیر الدین نے مجھ سے کہا کہ یہ قانون ناقص ہے اور اسے بدلنا چاہیئے۔ اور یہ بات انہوں نے اتنی دفعہ دُہرائی کہ مسٹر پٹیل جو اُس وقت اسمبلی کے صدر تھے وہ کھڑے ہو کر کہنے لگے میں آنریبل ممبر کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ اسمبلی گورنمنٹ کی ہے ہز ہولی نس کی نہیں اِس پر قہقہہ پڑا۔ اب وہ قہقہے لگانے والے ممبر دیکھ سکتے ہیں کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ اگر ہر قوم کو اجازت ہوتی کہ جب اس کے بزرگ کی کوئی ہتک کرے تو وہ اس پر نالش کر دے تو جھگڑا کس بات کا تھا مگر مشکل یہ ہے کہ قانون یہ بنایا گیا کہ جب کسی قوم کے بزرگ کی ہتک کی جائے تو ہتک کرنے والے پر نالش گورنمنٹ کرے گی اس قوم کے افراد نہیں کر سکتے۔ اب گورنمنٹ پر کسی بزرگ کا وہ اثر کہاں ہوسکتا ہے کہ جو اس بزرگ کو ماننے والے پر ہوتا ہے کہ وہ نالش کرتی پھرے۔ گورنمنٹ تو یہ دیکھتی ہے کہ جن کا دل دُکھا ہے وہ کتنی تعداد میں ہیں اور آیا وہ بے قابو ہو کر قانون توڑنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں۔ اگر دیکھے کہ ان کی اکثریت ہے اور توجہ نہ کی تو فساد کا خطرہ ہے تو پھر وہ توجہ کرتی ہے لیکن اگر یہ دیکھے کہ تھوڑے سے لوگ ہیں جو رو دھو کر آپ ہی خاموش ہو جائیں گے تو سمجھتی ہے اس مصیبت میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے کہ اقلیت کی حمایت کر کے اکثریت کو اپنا مخالف بنا لیا جائے۔ نیشنل لیگ کا فرض ہے کہ وہ آئینی ذرائع سے کام لیکر اس امر کی جدوجہد کرے کہ یا تو گورنمنٹ اس قانون کو تبدیل کر دے یا پھر ہمارے سلسلہ یا بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو ہتک کرے اُس کا جواب ہم بھی اُسی رنگ میں دیں گے جس رنگ میں کہ ہمارے دشمن ہمارے خلاف لکھتے یا تقریریں کرتے ہیں۔ یہ کام ہیں جو میں نیشنل لیگ کے سامنے رکھتا ہوں۔ ذرائع کے متعلق میں نے تاکید کی تھی کہ قانون اور شریعت کے اندر رہوں یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ یہ تاکید کوئی معمولی تاکید ہے۔ یہ نہایت ضروری امر ہے کہ شریعت کی پابندی اور قانونِ وقت کی اطاعت ہمیشہ ملحوظ رکھی جائے مگر یہ بات دوستوں کو سمجھ لینی چاہیئے کہ قانون شکنی کے وہ معنی نہیں جو عام طور پر سمجھے جاتے ہیں۔ درحقیقت قانون کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک قانون ساری شقوں پر حاوی ہوتا ہے اور ایک قانون مجمل ہوتا ہے اسکی تشریح لوگوں پر چھوڑ دی

جاتی ہے مثلاً ایک قانون تو یہ ہے کہ گورنمنٹ کہتی ہے قتل مت کرو یا چوری نہ کرو۔ یہ واضح بات ہے جس میں کسی تشریح کی ضرورت نہیں لیکن بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جن میں گورنمنٹ خود فرق کرتی ہے اور ان کے متعلق ججوں میں اختلاف بھی ہو جاتا ہے مثلاً وہ کہہ دیتی ہے کہ کوئی قوم کسی دوسری قوم کی مذہبی دل آزاری نہ کرے ہاں ایک دوسرے کا ردّ کرنے کا ہر ایک کو اختیار ہے جو دل آزاری کرے گا ہم اسے پکڑ لیں گے۔ گویا ایک ہی فعل کے دو حصے کر دیئے گئے ہیں ایک حصہ جائز ہے اور ایک حصہ ناجائز۔ درمیان میں کوئی حدِّ فاصل ایسی نہیں کہ جس کا ہر شخص کو قطعی طور پر علم ہو سکے۔ بالکل ممکن ہے کہ ایک شخص جوش کی حالت میں درمیانی لکیر کو پھاند جائے اور اسے محسوس تک نہ ہو اور وہ یہی یقین کرے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں جائز طور پر کر رہا ہوں۔ ایسی حالت میں اس کا فعل قانون کے خلاف تو ہو جاتا ہے مگر قانون شکنی نہیں کہلا سکتا وہ سزا کا مستحق بھی ہو جاتا ہے مگر قانون شکن نہیں کہلاتا۔ شریعت میں بھی اسکی مثال موجود ہے مثلاً روزوں کے ایام میں پو پھٹتے وقت اگر کوئی شخص کھانا کھالے اور اسے یہ خیال ہو کہ ابھی پو نہیں پھٹی تو اسکا روزہ ہو جائے گا لیکن اگر شام سے ذرا بھی پہلے وہ روزہ افطار کرے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فقہاء لکھتے ہیں کہ پو ایسے طور پر پھٹتی ہے کہ اس کے ابتدائی وقت اور اس سے پہلے کے رات کے حصہ کے آخری وقت میں کوئی قطعی فرق بتایا نہیں جا سکتا اور یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ فلاں لمحہ یا فلاں سیکنڈ سے پو پھٹی ہے لیکن سورج کا ڈوبنا ایک ایسا امر ہے کہ اس کے بارہ میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس شام کے وقت اگر کوئی شخص غلطی سے روزہ کھول لے حتّٰی کہ بادل چھا جانے کی وجہ سے ہی کھول لے تب بھی اُس کا روزہ ٹوٹ جائیگا لیکن اگر صبح پو پھٹ آتی ہے اور وہ دیانتداری سے سمجھتا ہے کہ ابھی پو پھٹی نہیں تو اس کا روزہ ہو جاتا ہے۔ تو جس قانون کے دو حصے ہوں اور ایک حصہ انسانی اجتہاد کے ساتھ تعلق رکھتا ہو ان میں سے اجتہاد والے حصہ کی خلاف ورزی کرنے والا قانون شکن نہیں کہلا سکتا۔ مثلاً جو چوری کرے گا اسے قانون بالکل اور نگاہ سے دیکھے گا لیکن وہ جو کسی کی ہتک کرتا ہے اسے قانون اور نظر سے دیکھے گا اور زیادہ واضح ثبوت ہتک کا چاہے گا یا مثلاً اسی امر کو لے لو اگر گورنمنٹ قوم کے بزرگوں کے احترام کے متعلق اپنے قانون کو نہ بدلے یا دونوں فریق کو گرفت نہ کرے تو پھر ہمارے دوست اگر ایسے حوالے شائع کریں جو غیر اقوام نے اپنے مخالفوں کی نسبت لکھے ہیں اور گورنمنٹ انہیں گرفتار کرنے لگے تو یہ ہرگز

قانون شکنی نہیں کہلائے گی بلکہ قانون کے معنوں کی تعیین کے لئے جدو جہد کہلائے گی جسے انگریزی میں ٹیسٹ کیس کہتے ہیں۔اسی صورت میں ایک آزاد جج کے ذریعہ سے مُختَلَفٌ فِیھَا مسئلہ کا فیصلہ چاہا جائے گا اور یقیناً موجودہ حالات کی صورت سے ہائی کورٹ یا پریوی کونسل کے سامنے لائے جائیں تو ججوں کو اقرار کرنا پڑیگا کہ احمدیوں سے بے انصافی ہو رہی ہے۔ایک فریق سے ڈھیل برتی جاتی ہے اور دوسرے کی کتابوں کو ضبط کیا جاتا ہے۔میرے نزدیک ،اور جو قانون دان لوگ ہیں ان کے نزدیک بھی یہ کوشش ہرگز قانون شکنی نہیں کہلاتی بلکہ قانون کے نفاذ کے لئے جدو جہد کہلاتی ہے۔یہ صاف بات ہے کہ اگر تم اپنے دشمنوں کو انہی کے پیمانہ میں ناپ کر دو گے اور حکومت تم کو پکڑ یگی تو خود بخود مقدمات عدالتوں میں جائیں گے اور آخر ہائی کورٹ کے ججوں کے سامنے سب حقائق آ جائیں گے اور بار بار ہائی کورٹ کے پاس جانے کے بعد آخر حقیقت ججوں پر اس طرح کھل جائیگی کہ وہ اس طرف حکومت کو توجہ دلانے پر مجبور ہو جائیں گے کہ یہ تم کیا کر رہے ہو کہ ایک ہی قسم کا فعل احرار کرتے ہیں تو چُپ ہو رہتے ہو اور احمدی کرتے ہیں تو انہیں پکڑتے ہو۔غرض اس طرح ہائی کورٹ کے ججوں کے فیصلے تم اپنے حق میں حاصل کر سکتے ہو ہاں بلا وجہ قوموں کا دل نہ دُکھاؤ۔صرف ان کے متعلق اس قسم کے حوالہ جات پیش کرو جو تم پر حملہ کریں۔ یہودیوں نے حملہ نہیں کیا تو یہودیوں کی کتابوں کے حوالے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ،اگر عیسائیوں نے حملہ نہیں کیا تو ان کی کتابوں کے عیوب مت نکالو جنہوں نے تم پر حملہ کیا ہے ان کے عیوب نکالو۔اور اگر گورنمنٹ اسکی وجہ سے تمہیں ہتھکڑیاں بھی لگا لیتی ہے تو اسکی پرواہ نہ کرو کیونکہ ہائیکورٹ میں جا کر تم ہی بری ثابت ہو گے اور حکومت مجرم ثابت ہوگی جس نے امتیاز سے کام لیا۔اور چاہئے کہ تم حکومت سے مطالبہ کرتے رہو کہ یا تو وہ ان کی کتابوں کو بھی ضبط کرے یا گورنمنٹ دونوں کو کُھلا چھوڑ دے کہ وہ جو جی چاہے لکھیں۔اسی طرح اور کئی ذرائع ہیں جن سے تم قانون کے اندر رہتے ہوئے اپنے حق کو حاصل کر سکتے ہو۔دیکھو! حکومتِ انگریزی کی بنیاد رکھنے والوں نے کتنی دانائی سے کام لیا کہ محکمہ قضاء کو آزاد رکھا۔اسلام نے بھی قضاء کو دیگر محکموں سے الگ رکھا ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ان کا ایک مقدمہ ایک اسلامی مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہوا تو مجسٹریٹ نے حضرت علیؓ کا کچھ لحاظ کیا۔آپ نے فرمایا یہ پہلی بے انصافی ہے جو تم نے کی۔میں اور یہ اِس وقت برابر ہیں۔تو عدالتوں کو جو آزاد رکھا گیا ہے وہ اسی

لئے کہ تا وہ غیر جانبداری سے فیصلہ کرسکیں اس لئے یاد رکھو جس بات کا فیصلہ خود گورنمنٹ نہیں کرتی، اس کے متعلق ایسی صورتِ حالات پیدا کرو کہ قضاء سے تمہیں تمہارا حق مل جائے۔ یہاں ہی جب دھینگا مشتی سے دفعہ ۱۴۴ نافذ کی گئی اور ہائی کورٹ میں اسکی اپیل ہوئی تو باوجود اس کے کہ ہمیں پنجاب گورنمنٹ کے بعض حکام سے شکایت تھی، پھر بھی ہمیں اپنا حق مل گیا۔ پس اپنے جھگڑوں کو اسی طریق سے حل کرنے کی کوشش کرو جو قانون نے بتایا ہے مگر یاد رکھو سیاسیات میں بھی کوئی ایسا کام مت کرو جس سے سلسلہ کی عظمت کو بٹہ لگے۔ تم پر کتنی ہی مصیبتیں آئیں، تمہیں کتنا ہی دُکھ اور تکلیف میں رہنا پڑے اسے برداشت کرو کیونکہ یہ زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ سلسلہ پر کوئی اخلاقی، قانونی الزام عائد ہو۔ اب خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک اچھا موقع پیدا کر دیا ہے جس سے تم اپنے حقوق کی حفاظت کر سکتے ہو۔ ایک دو باتیں میں نے بتا دی ہیں اور بیسیوں اور باتیں ہیں جو نکالی جاسکتی ہیں جب تمہارے لئے ایک رستہ نہیں اللہ تعالیٰ نے کئی رستے کھولے ہوئے ہیں تو تمہیں کیا ضرورت ہے کہ تم وہ طریق اختیار کرو جس سے جماعت کی بدنامی ہو۔ تم آئین کے اندر رہ کر کام کرو اور یقیناً یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ تم خدا تعالیٰ کے دین کے جلال کے لئے کھڑے ہو اور وہ تمہیں ضائع کر دے۔ تم گزشتہ دنوں کے اللہ تعالیٰ کے نشانات دیکھ لو جو اس نے تمہاری تائید کے لئے ظاہر کئے۔ کس طرح اس نے حیرت انگیز طور پر تمہاری مدد کی اور کس طرح اس نے تمہارے دشمنوں کو نیچا دکھایا۔ یہ نشان ایک ہی دفعہ ظاہر نہیں ہو چکا بلکہ اب بار بار ظاہر ہوگا اور پہلے سے زیادہ شان کیساتھ ظاہر ہوگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ تم کو بھی دُکھ دیا جائے گا اور بار بار دیا جائے گا یہاں تک کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں جو لوگ کمزور یا منافق ہیں انہیں ہم سے الگ ہونا پڑے گا[۲] لیکن باوجود اس کے یہ ایک حقیقت ہے کہ دشمن کے ہر قدم کے بعد دوسرا قدم خدا تعالیٰ کی نصرت کا ہوگا اور پہلے سے زیادہ شان کے ساتھ تمہاری تائید کے لئے وہ اپنے نشانات ظاہر کرے گا۔ میرا ہمیشہ سے یہ تجربہ ہے کہ جب کبھی رات کو سوتے وقت میری زبان پر الہامی طور پر دعائیں جاری ہوں اس کے بعد خدا تعالیٰ کا کوئی فضل نازل ہوتا ہے ایسے وقت میں مَیں دیکھتا ہوں کہ رات کو گو میں سویا ہوا ہوتا ہوں مگر میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہا ہوتا ہوں اور جب آنکھ کھلتی ہے میں معلوم کرتا ہوں کہ میں نہایت سوز و گداز سے دعا کر رہا تھا۔ گویا وہ دعا الہامی ہوتی ہے اور بہ حالتِ خواب بھی جاری رہتی

ہے۔اسی طرح آج میں نے دیکھا ساری رات بار بار میری آنکھ کھلتی رہی اور جب بھی میں جاگا میں نے دیکھا کہ میں احراری فتنہ کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہا ہوں۔پس یقیناً خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا، ایسے نشانات سے تائید کریگا جو پہلے نشانات کو مات کر دیں گے۔لیکن جب تک تم چکی کے دو پاٹوں میں سے سلامت نہ نکل جاؤ آخری کامیابی نہیں آسکتی۔خدا تعالیٰ کے بندے ہمیشہ چکی کے پاٹوں میں سے گزرا کرتے ہیں۔جو ابوجہل کا بروز ہوتا ہے وہ چکی کے پاٹوں میں آکر پس جاتا ہے مگر جو محمد ﷺ کا کامل متبع ہوتا ہے وہ سلامتی کے ساتھ ان پاٹوں میں سے گزر جاتا ہے۔پس یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آرام اور سکون عطا کرے گا، تم پر فضلوں کی بارشیں برسائی جائیں گی اور تمہیں دنیا میں غلبہ واقتدار عطا کیا جائے گا مگر ابتلاء پر ابتلاء آئیں گے، آزمائش پر آزمائش ہوگی۔جب تک تم چکی کے دو پاٹوں میں بہ ظاہر پیس نہ دیئے جاؤ اور جب تک دشمن یہ نہ سمجھ لے کہ اب تم کُچل دیئے گئے، اُس وقت تک تم حقیقی اور ابدی زندگی حاصل نہیں کر سکتے۔ہاں جب چکی کے پاٹوں میں سے نکلو گے تو دشمن حیران ہوگا اور وہ دیکھے گا کہ وہ تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکا اور اُس وقت لوگوں کی توجہ تمہاری طرف پھرے گی اور لوگوں کی آنکھیں کھول دی جائیں گی۔اور وہ پکار اٹھیں گے کہ ہم نے بھی روحانی چاند دیکھ لیا اور ہم اپنے گزشتہ انکار پر پریشان ہیں۔پس تم دعاؤں میں لگے رہو اور اللہ تعالیٰ سے نصرت اور تائید طلب کرو۔جو لوگ نیشنل لیگ میں شامل نہیں وہ یہ کر سکتے ہیں کہ ممبروں کے لئے دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں سیدھا راستہ دکھائے اور ایسے طریق سمجھائے جو کامیابی کی منزل تک پہنچانے والے ہوں۔وہ ایسے طریق نہ اختیار کریں جو سلسلہ کے کاموں کو نقصان پہنچانے والے ہوں۔پھر جو بھی وہ ذرائع اختیار کریں اللہ تعالیٰ ان میں برکت دے تاکہ دشمن محسوس کرنے لگے کہ یہ جماعت خدا تعالیٰ کے خاص فضلوں اور اس کی رحمتوں کی مورد ہے۔

(الفضل ۲۰؍اگست ۱۹۳۵ء)

۱؎ کوچ: (COUCH) صوفہ۔پلنگڑی۔سپرنگ والی کرسی

۲؎ الوصیۃ صفحہ ۳۰۔روحانی خزائن جلد نمبر ۲۰ صفحہ ۳۲۸ + انوار الاسلام صفحہ ۲۳، ۲۴ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۲۳، ۲۴